علامہ ابن حزم

طفیل احمد قریشی

...سہ میورقہ کو آپ کے نظریات و افکار کا مرکز کہا جا سکتا ہے۔ ابن حزم کے بڑھتے ہوئے حلقۂ اثر کو آپ کے مخالفین بھلا خاموش تماشائی کی طرح کب تک دیکھتے۔ چنانچہ ہر طرح مخالفت کی گئی۔ امراء و رؤسا کے ذریعہ انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ مخالفین کی ان ریشہ دوانیوں کے پیش نظر آپ اپنے آبائی گاؤں "منت لیشم" یعنی لبلہ کے علاقے میں آباد ہو گئے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا مشغلہ آخری دم تک جاری رکھا یہاں تک کہ آپ نے ۴۵۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابن حزمؒ کے خصوصی اوصاف

حوادث و واقعات کی روشنی میں اگر تجزیہ کیا جائے تو ابن حزم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور آپ کی ذات کے کئی اوصاف پر روشنی پڑتی ہے۔ ابن حزم کا بچپن وزیرزادوں کی طرح گذرا اور عمر کا ایک حصہ وزارتوں میں صرف ہوا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ مالی لالچ سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ جب زمانہ وفا نہ کرتا اور حالات معاشی تنگ دستی میں مبتلا کر دیتے تو عزت نفس اور صبر کو اپناتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی آڑے وقت میں کسی امیر کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس سلاطین و امراء سے ہدایا قبول

کرنے والے علماء آپ کی نکتہ چینی کا شکار بنتے رہے۔

والد کی وزارت سے سبکدوشی کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب ابن حزم جوانی کی منزلوں میں قدم رکھ رہے تھے۔ عالم شباب میں قرطبہ کے فسادات اور خون ریزی کو آپ نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔ ہجرت کرنا پڑی۔ حالات سازگار ہوتے تو وزارت کے عہدہ پر نظر آتے۔ حالات ناسازگار ہوتے اور مخالفوں کے ہتھے چڑھ جاتے تو زندان میں پہنچا دیئے جاتے۔ کبھی کسی سلطان کی ہمرکابی میں میدان کارزار میں نظر آتے اور کبھی وادیٔ جدلُ مناظرہ میں مخالف علماء سے برسر پیکار ملتے۔ کبھی صاحب اقتدار ہوتے اور کبھی مفلس و قلاش بوریہ نشین عالم۔ غرض یہ کہ ان اور ایسے ہی حوادث نے ابن حزم کو مستقل مزاج بنا دیا اس کے ساتھ ہی ان حالات نے آپ کے مزاج میں حدت بھی پیدا کر دی تھی۔ جہاں وہ اپنے مخالف کے سامنے ڈٹ جاتے، وہاں کسی قسم کی پرواکئے بغیر اپنی بات اعلانیہ کہتے۔ کسی کی مدح یا مذمت کی انہیں کوئی پرواہ ہوتی تھی۔ علماء کے سامنے وہ اپنے تبحر علمی کی بدولت ڈٹ جاتے اور امراء کی اس لئے پرواہ کرتے کہ خود وزیر ابن وزیر رہے یا پھر انہیں اپنے خاندانی وقار کے سامنے انہیں ہیچ خیال کرتے شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کے معاصرین کو یہ کہنا پڑا کہ "ابن حزم عالم ہیں مگر علم کی سیاست سے ناآشنا ہیں"۔ ابن حزم فرماتے تھے۔

"اہل زمانہ کا بغض و عناد تمہارے لئے مفید ہے مگر بعض اوقات اس سے بڑا نقصان بھی پہنچ جاتا ہے اگر خالق و مخلوق میں کسی ایک کی ناراضگی مول لینا ناگزیر ہو تو لوگوں کو ناراض کر لیجئے مگر خدا کے غضب سے احتراز کیجئے"۔

یہی وجہ ہے کہ علم کی سیاست ان کے نزدیک منافقت کے مترادف سمجھی گئی۔ علاوہ ازیں ایسا عالم مناظرہ اور تنقید سے بھلا کب باز رہ سکتا ہے، جس کے رشحات فکر اور ادبی شہ پاروں کو اس کے سامنے جلا دیا گیا ہو؛ نفسیاتی طور پر اس کے مزاج میں حدت و تیزی کا آنا دیسے ہی فطری بات ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مخالفت انہیں خود گوارا تھی۔ فرماتے ہیں۔

"جہلا کی تنقید سے مجھے بڑا فائدہ پہنچا اور وہ یہ ہے کہ میری خوابیدہ صلاحیتیں جاگ اٹھیں میرا دماغ روشن ہو گیا۔ میری فکری و نظری قوتیں بیدار ہو گئیں اور میں نے نفع بخش کتابیں تصنیف

ہیں۔ اگر دشمن میری باطنی صلاحیتوں کو بیدار نہ کرتے تو میں ایسی کتابیں نہ لکھ سکتا۔"

ابن حزم کسب معاش سے اکثر بے نیاز رہے۔ مالی جائداد انہیں ورثہ میں ملی۔ لہذا علمی دولت کی تحصیل اور تصنیف و تدریس میں ان کی مساعی اس بات کا ثبوت ہیں کہ علم کو کسب معاش کے لئے نہیں اپنایا بلکہ ان کی پوری جدوجہد علمی اخلاص پر مبنی نظر آتی ہے سیاسی ہنگاموں سے ذرا سی فرصت پر علم کی طرف آپ کا لپکنا اسی اخلاص کا مرہون منت ہے۔ اور یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہی اخلاص علمی تاریخ میں ان کے ایک اہم مقام کی تاسیس بنا، ورنہ کے معلوم سیاسی تاریخ میں ان کا نام کس فہرست میں ہوتا اور مورخ انہیں کن الفاظ میں یاد کرتا؟ آپ کا ایک مشہور قول ہے۔

"مخلص وہ ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرے تو اسے یہ فکر دامنگیر نہ ہو کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔"

علوم میں ابن حزم کی جامعیت

ابن حزم علم کے ہر میدان کے شہسوار ہیں۔ علوم منقولات ہوں یا معقولات ہر علم میں عالم بے بدل نظر آتے ہیں۔ نثر نگاری میں اچھے نثار ہیں اور شعر گوئی میں اچھے شاعر۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ علم کے ہر چشمے سے سیراب ہوئے اور آپ نے ہر مضمون کے درخت کا پھل چکھا۔ ابن حیان آپ کے شدید مخالف ہیں لیکن معترف ہیں کہ

"ابو محمد ابن حزم گوناگوں علوم کے ماہر تھے مثلاً حدیث، فقہ، جدل و نسب اور متعلقات ادب۔ اس کے پہلو بہ پہلو علوم قدیمہ مثلاً منطق و فلسفے سے بھی پوری طرح بہرہ ور تھے انہوں نے ان فنون میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔"

ابن حزم کی وہ کتب منظر عام پر نہ آسکیں جنہیں معتضد نے اشبیلیہ میں نذر آتش کر دیا ان کتب کی تعداد چار صد کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ان کتب میں کن کن علوم کا ذکر ہوگا کن افکار کو سپرد قلم کیا ہوگا؟ اس کا صحیح اندازہ تو لگانا مشکل ہے البتہ جن الفاظ میں آپ نے اس المیہ کو بیان فرمایا ہے وہ اس عالم بے بدل کے دلی تاثرات کی ہلکی سی تصویر کھینچتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

فان تحرقوا القرطاس لا تحرقوا الذی
تضمنہ القرطاس بل ھو فی صدری
یسیر معی حیث استقلت رکائبی
و ینزل اذا انزل و یدفن فی قبری

اگر تم نے کاغذ کو جلادیا ہے تو اسے تو نہیں جلا سکتے جو کاغذ میں مندرج تھا۔ بلکہ وہ تو میرے سینہ میں محفوظ ہے میں جہاں جاتا ہوں میرے ساتھ ہوتا ہے اور جہاں پڑاؤ ڈالتا ہوں وہ بھی ڈیرے ڈال لیتا ہے اور قبر میں میرے ساتھ دفن ہو جائیگا۔

آپ کی تصانیف کو اسلوب تحریر کے لحاظ سے دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ علمی طرز تحریر جس میں آپ کی اکثر کتب تحریر ہیں۔

۲۔ ادبی طرز نگارش

طوق الحمامہ آپ کے ادبی مرقع کی حیثیت رکھتی ہے۔ صراحت کلام۔ سلاست بیانی۔ پاکیزہ الفاظ کا انتخاب۔ حسن تقسیم حصر آپ کی نثری خوبیاں ہیں۔

آپ فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ آپ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

انا الشمس فی جو العلوم منیرۃ
و لکن عیبی ان مطلعی الغرب

میں علوم کی فضا میں ایک چمکتا سورج ہوں۔ لیکن مجھ میں عیب یہ ہے کہ میں مغرب سے نمودار ہوا ہوں۔

امن اجل وجہ لاح لم تر غیرہ — ولم تدر کیف الجسم انت علیل
تقلت لہ اسرفت فی اللوم فاتئد — فعندی رد لو اشاء طویل
الم ترانی ظاھری و اننی — علی ما اری حتی یقوم دلیل

کیا صرف چہرے کو دیکھ کر تم مریض محبت ہو گئے۔ حالانکہ باقی جسم کے بارے میں تو تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں۔

میں نے کہنے والے سے کہا کہ ملامت گری میں تم نے زیادتی کی ہے۔ ذرا رکئے

میرے پاس اس کا طویل جواب موجود ہے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں میں ظاہر مسلک کا پابند ہوں اور جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو جائے میں اس پر قائم رہتا ہوں۔

علم کا ایک اور چشمہ جس سے آپ نے اپنی پیاس بجھائی وہ آپ کے تجربات زندگی ہیں بچپن میں آپ نے عورتوں کو اپنی نگرانی کرتے پایا۔

حالات سازگار ہوئے تو سفر کیے۔ برسرا قتدار رہے تو سیاسی جوڑ توڑ میں معروف رہے علمی دنیا میں آئے تو اہل علم کو مختلف انداز سے دیکھا غرض یہ کہ کاروبار حیات میں ابن حزم نے افراد کا مختلف حیثیتوں سے مطالعہ فرمایا۔ ان کے عادات و اطوار، اخلاق و افکار اور دیگر تجربات پر روشنی ڈالنے کے لئے آپ نے چند کتب لکھیں۔ جن میں مداواۃ النفوس، طوق الحمامۃ، رسالۃ الاخلاق، اخلاق النفس، وغیرہ مشہور ہیں۔ نفسیات میں رنج و غم، عشق و محبت اور عورتوں کے مکر و فریب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نفس کی پاکیزگی کے طرق بھی بیان فرمائے ہیں۔ اخلاقیات میں فضائل و رذائل اور دیگر مباحث کو مفصل بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ اخلاقیات و نفسیات آپ کے وہ مضامین ہیں، جن سے آپ کی عقلی اور تجرباتی تحریروں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بلفظ دیگر جو آپ کے استقرائی اور تجرباتی مسلک و منہج پر مبنی ہیں۔ آپ کی تحریر کا مندرجہ ذیل اقتباس اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

> "میں نے اس کتاب میں اختصار کا التزام کیا ہے۔ اور صرف وہی باتیں درج کی ہیں جو بذات خود دیکھیں یا قابل اعتماد لوگوں سے نقل ہو کر مجھ تک پہنچیں"

فقہی مسائل اور بعض عقائد میں ابن حزم کا اپنے دور کے علماء سے کافی اختلاف رہا اس کے ساتھ ہی یہودیت و نصرانیت کے وسیع مطالعہ نے آپ کو ان مذاہب کے علما سے تبادلہ خیال کرنے پر تیار کیا۔ آپ اندلس کے مسیحی پادریوں اور یہودی علماء سے تبادلہ

مختلف موضوعات پر مناظرہ فرماتے۔ اس طرح آپ کو جدل و مناظرہ میں تین قسم کے علماء کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

پہلا گروہ فقہا کا تھا۔ دوسرا علمائے متکلمین کا اور تیسرا غیر مسلم اہل علم کا۔ ان تینوں مکتب فکر اہل علم سے مناظرہ کا انداز مختلف ہوتا۔ فقہاء سے مناظرہ کے وقت قرآن و حدیث سے سر مو بھی ادھر ادھر ہونا گوارا نہ فرماتے۔ لیکن جب تک متکلمین یا غیر مسلم علماء سے گفتگو ہوتی تو عقلی براہین و دلائل سے مخاطب کو آڑے ہاتھوں لیتے۔ الفصل بین اہل الآراء والنحل، کتاب الصادع والرادع، کتاب التلخیص والتخلیص فی المسائل النظریہ، کتاب الامامۃ والسیاسۃ الایصال الی فہم کتاب الخصال۔ کتاب کشف الالباس ما بین اصحاب الظاہر و اصحاب القیاس۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ المفاضلۃ بین الصحابۃ۔ الناسخ والمنسوخ۔ المحلی وغیرہ۔ کتب مختلف موضوعات پر آپ کے افکار کی آئینہ دار ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے علوم میں سب سے پہلے استفادہ حدیث سے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث نبوی کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں سما گئی۔ اور آپ صاحب تفریعات فقیہہ ہونے سے قبل حدیث کے حافظ اور ماہر بن گئے۔ مختلف علوم کی تحصیل کے لئے آپ کے والد نے ابوالحسین الفاسی کو آپ کا تعلیمی نگران مقرر کر دیا تھا جو انہیں ابوالقاسم عبدالرحمٰن ازدی (المتوفی ۴۱۰ھ) کی مجلس میں لے جایا کرتے تھے۔ جہاں آپ ان سے حدیث نحو اور لغت پڑھتے۔ ابن حزم نے بچپن میں احمد بن جسور (المتوفی ۴۰۱ھ) سے بھی حدیث سنی۔ قرطبہ کی مسجد القمری میں ہمدانی سے بھی آپ نے ۴۰۱ھ میں حدیث سنی۔[1]

---

[1] بحوالہ طوق الحمامہ ص ۲/۵-۱۳۵

فقہ اور ابنِ حزم

۱۔ تحصیلِ فقہ

بچپن میں ابو الحسین الفاسی کو ابن حزم کا تعلیمی نگراں مقرر کیا گیا تھا۔ لہٰذا فقہ کی ابتدائی تعلیم آپ نے اس عالم و زاہد بزرگ سے پائی۔ فقہ کا تفصیلی مطالعہ آپ نے عبداللہ بن یحییٰ رحون فقیہہ کی شاگردی میں کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرطبہ میں فتویٰ نویسی کا انحصار عبداللہ پر تھا[۱] عبداللہ ازدی فقہ، حدیث، ادب و تاریخ میں اندلس کے چیدہ علماء میں شمار ہوتے ہیں آپ نے ان سے بھی فقہ و حدیث کا درس لیا[۲] لیکن آپ کے فقہی مناہج کی اساس فی الحقیقت استاذ ابو الخیار مسعود بن سلیمان بن عفلت (المتوفی ۴۲۶ھ) ہیں جو فقہ ظاہری کے عالم تھے۔

التجبی نے ابو الخیار کے بارے میں لکھا ہے۔

"ابو الخیار مسعود ظاہری فقہ کے عالم تھے اور ان کا مسلک اختیار اقوال تھا۔ یہ ابنِ حزم کے استاد تھے۔ ابن حزم اپنی تصانیف میں ان کا ذکر کرتے ہیں"[۳]

فقہ کے سلسلے میں ابن حزم اپنے استفادہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جن کتب سے مجھے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قاضی محمد بن یحییٰ بن مفرج کی کتب بھی ان میں شامل ہیں۔ انہوں نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔ سات تصانیف میں انہوں نے حضرت حسن بصری کی فقہ جمع کی ہے اور بہت سی کتابوں میں امام زہری کی فقہ کو مرتب کیا۔"

ابن حزم کے فقہی افکار و آراء میں ان کی تربیت و ذاتی میلان کو کافی دخل ہے۔ ان کے

---

۱ ایضاً بحوالہ طوق الحمامہ ص ۱۲۰

۲ " ص ۱۱۹

۳ حیات ابن حزم ص ۱۲۹

استاد ابو الحسین الفاسی انہیں مشہور محدث ابو القاسم عبدالرحمن ازدی (المتوفی ۴۱۵ھ) کی مجالس میں سماعت حدیث کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ بچپن میں آپ کو احمد بن جسور (المتوفی ۴۰۱ھ) سے بھی سماعت حدیث کا اتفاق ہوا۔ علاوہ ازیں قرطبہ کی مسجد القمری میں ہمدانی سے بھی آپ نے ۴۰۱ھ میں حدیث سنی۔ چنانچہ شروع ہی سے حدیث نبوی کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں سما گئی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ کے سلسلہ میں فقہ الحدیث کی تحصیل کی طرف آپ کا میلان زیادہ رہا۔ ان دنوں اندلس میں فقہ مالکی کا چرچا تھا۔ اور اسے سرکاری مذہب کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ مؤطا امام مالک آپ نے عبداللہ بن رحون سے پڑھی تھی۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ نے اپنے دور کے دیگر فقہا سے بھی استفادہ کیا اور متقدمین میں امام شافعی کی فقہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ ظاہر ہے آپ نے "اختلاف مالک" بھی پڑھی ہوگی اور "اختلاف العراقیین" "الرد علی سیر الاوزاعی" اور "جامع العلم" کا مطالعہ بھی کیا ہوگا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ امام شافعی کے اس قول کو استحسان کی نظر سے دیکھنے لگے کہ۔

"أحب مالكا ولكن محبتي للحق أكثر من محبتي لمالك"

"میں امام مالک سے محبت کرتا ہوں مگر مالک کی نسبت مجھے حق سے زیادہ پیار ہے۔"

چنانچہ ابن حزم شافعی فقہ سے متاثر ہوئے غالباً اس مسلک کے مطالعہ کے بعد مالکی فقہ کے مقابلہ میں انہیں اس میں نقد و جرح اور حریت فکر و نظر کی بہتر روح نظر آئی ہو۔ لیکن چونکہ آپ کی طبیعت ایک محدود مذہبی دائرے میں محصور ہونا پسند نہیں کرتی تھی اس لئے آپ کا ظاہری فقہ کی جانب میلان ہو گیا اور آپ اسی مسلک کے داعی کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

ظاہری مذہب اور ابن حزم

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف اصبہانی فقہ ظاہری کے بانی ہیں۔ یہ ۲۰۲ھ یا ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت پذیر رہے۔ فقہی استفادہ آپ نے تلامذہ امام شافعی

سے کیا۔ طبیعت کو تقلید گوارا نہ تھی اور ذہن حریت فکر کی طرف مائل تھا۔ اس لئے آپ نے فقہ شافعی کی بہت سی باتوں سے اختلاف کر کے اپنے مسلک و آراء کی ترویج شروع کر دی۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

" داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ قولاً قیاس کی نفی کی اور فعلاً اسے اپنانے پر مجبور ہوئے " [1]

بقی بن مخلد اندلس کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ جب وہ مشرق گئے تو امام احمد سے ملے۔ داؤد اور امام احمد کا سن ولادت تقریباً ایک ہی (سنہ ۲۰۲ھ) بتایا جاتا ہے۔ لازمی بات ہے مشرق میں انہوں نے داؤد کے مسلک کا مطالعہ کیا اور قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ داؤد سے ملے بھی ہوں گے۔ جب بقی واپس اندلس آئے تو علما نے ان کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی۔ وہ لوگوں کو مالکی فقہ کے بجائے نہ صرف فقہ الحدیث کی طرف رغبت دلانے لگے بلکہ مختلف مسائل میں مالکی فقہ سے اختلاف کا اظہار بھی فرمانے لگے۔ چنانچہ کثرت حدیث و اسانید سے وہ مواد تیار ہوا جس سے اندلس میں فقہ ظاہری کا خمیر اٹھا۔

ابن وضاح (المتوفی سنہ ۲۸۶ھ) بھی اندلس سے مشرق گئے اور فقہ ظاہری سے متاثر ہو کر لوٹے اور اندلس میں اس کی ترویج کا باعث بنے۔ پھر ان دونوں کے شاگرد قاسم بن اصبغ عراق گئے۔ یہ سنہ ۲۸۶ھ میں عراق پہنچے اور واپسی پر اندلس میں فقہ ظاہری کے داعیوں میں شمار ہوئے۔

منذر بن سعید البلوطی کا شمار اندلس کے اچھے خطباء میں ہوتا ہے۔ یہ قرطبہ کے قاضی بھی تھے۔ انہوں نے ظاہری فقہ کی تائید اور فقہ ہائے اربعہ کی تردید میں ایک کتاب بھی لکھی۔ علامہ مقری نفح الطیب میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" منذر بن سعید متعدد علوم میں ماہر تھے۔ آپ پر داؤد بن علی کی مرتب کردہ فقہ

---

[1] ایضاً بحوالہ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۸۲

الموسوم بفقہ الظاہری کا غلبہ تھا۔ منذر اس فقہ کو ترجیح دیتے۔ اس کی کتابیں جمع کرتے اور اس کی تائید کے لئے احتجاج کیا کرتے تھے۔"[1]

منذر ۳۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ ابن حزم ان کے صاحبزادے سعید بن منذر (المتوفی ۴۰۳ھ) سے مل چکے تھے۔ چنانچہ جب ابن حزم نے فقہ کی تحصیل فرمائی اس وقت ان حضرات کی بدولت اندلس میں فقہ ظاہری کے متاثرین و معاونین کی کمی نہیں تھی۔ انہی معاونین میں ابن حزم کے استاد مسعود بن سلیمان ابو الخیار (المتوفی ۴۲۶ھ) پیش پیش ہیں۔

ابن حزمؒ کے فقہی اصول

ابن حزم اپنے استاد مسعود بن سلیمان سے کافی متاثر نظر آتے ہیں اور اس کی بڑی وجہ حریت فکر و نظر کی وہ راہ ہے جس کی نشان دہی استاد نے تدریس کے دوران کردی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حزم کا عمل ہمیشہ اپنے استاد کے اس قول پر رہا کہ

لا یزال الرجل عالماً ما دام یطلب العلم فاذا ظن انہ علم فقد جہل

یعنی جب تک کوئی شخص تحصیل علم کرتا رہتا ہے اس وقت تک عالم رہتا ہے لیکن جب وہ اپنے آپ کو عالم تصور کرنے لگتا ہے، اس وقت وہ جاہل بن جاتا ہے۔

تحصیل علم ہی ابن حزم کے ہاں وہ امتیازی راہ ہے جس کی بدولت نہ تو وہ فقہائے اربعہ کے مقلد بنے اور نہ ہی ظاہری فقہ کو آپ نے اس اندھی تقلید سے اپنایا۔ کہ یہ کہا جاسکے کہ ایک تقلید کو چھوڑ کر آپ نے دوسری تقلید کو اپنا لیا۔ گوکہ آپ کا مسلک ظاہری ہے لیکن حریت فکر میں وہ بسا اوقات خود مجتہد نظر آتے ہیں۔ اور ظاہری علماء کے برعکس ان کی اپنی رائے ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

---

[1] ایضاً بحوالہ نفح الطیب ج ۲ ص ۳۱ طبع الرفاعی

انا اتبع الحق واجتهد ولا اتقید بمذھب

" میں اجتہاد کرتا ہوں حق کا پیرو ہوں اور کسی کے مذہب کا پابند نہیں "

ابن حزم مندرجہ ذیل اصول اربعہ کو فقہ اسلامی کے مصادر خیال فرماتے ہیں۔

۱- قرآن کریم

۲- حدیث

۳- اجماع علمائے امت

۴- ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔[۱]

فقہ اسلامی کا پہلا مصدر یا مصدر المصادر قرآن ہے۔ ابن حزم کی رائے میں قرآن کریم کی ہر بات بذات خود واضح ہے بنا بریں تشریح و توضیح کے اعتبار سے قرآن کی تین قسمیں ہیں۔

۱- وہ آیات جو بذات خود واضح ہیں اور حدیث نبوی سے ان کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

۲- وہ مجمل آیات جن کو قرآن ہی نے دوسرے مقام پر مفصل بیان کر دیا ہے۔

۳- وہ آیات قرآنیہ جن کی تشریح حدیث نبوی سے کی گئی ہے۔

وجوب اطاعت کے اعتبار سے ابن حزم کے نزدیک حدیث کو وہی اہمیت حاصل ہے جو قرآنی احکام کو۔ فرماتے ہیں۔

مسلمانوں کے یہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اقیموا الصلواۃ" اور نبی کریم کے اس فرمان میں کہ مقیم ظہر کی چار رکعتیں پڑھے اور مسافر دو رکعتیں۔ وجوب اطاعت کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔"[۲]

---

[۱] بحوالہ الاحکام ج ۱ ص۷۱

[۲] ایضاً بحوالہ الاحکام ج ۲ ص۲۲

قرآن و حدیث میں نصوص کے تعارض کے مسئلہ پر ابن حزم دیگر علماء سے متفق نہیں ہے وہ نہ صرف نصوص کے تعارض کی نفی کرتے ہیں بلکہ ان میں کامل یگانگت و ہم آہنگی کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

جب دو حدیثیں یا دو آیات یا آیت و حدیث کسی جاہل شخص کی نظر میں باہم متعارض ہوں تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ سب دلائل پر عمل کرے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی قابل ترجیح نہیں ہے نہ ایک حدیث دوسری کے مقابلہ میں واجب تر ہے اور نہ ایک آیت کی اطاعت دوسری سے زیادہ ضروری ہے۔ سب خدا کی طرف سے ہیں اور وجوب اطاعت کے اعتبار سے بھی ساوی ہیں [۱]

ابن حزم امام شافعی کی طرح نسخ کو بیان احکام قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نسخ سے نہ نصوص کا ازالہ ہوتا ہے اور نہ ان کا الغاء لازم آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"نسخ کی تعریف یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ حکم کی مدت ختم ہو گئی [۲]"

فقہ اسلامی کے مصدر ثالث یعنی اجماع کے بارے میں ابن حزم ایسے اجماع کے قائل ہیں جس پر بتواتر تمام علمائے امت جمع ہو چکے ہوں۔ کسی مسئلہ پر بعض علماء کا جمع ہو جانا اجماع نہیں کہلائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے اجماع کو برخلاف دیگر علماء کے اجماع تصور نہیں فرماتے اور نہ اسے حجت مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اجماع میں تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ وہ کسی نص پر مبنی ہو۔

۲۔ اجماع نقل متواتر اور قطعی سے منقول ہوتا ہوا عہد نبوت تک جا پہنچے۔

۳۔ اجماع آنحضرت صلعم کی حدیث قولی، فعلی یا تقریری پر مبنی ہو۔

فقہ اسلامی کے چوتھے مصدر کو دیگر علماء "قیاس" کہتے ہیں۔ اس کے برعکس ابن حزم

---

[۱] ایضاً ج ۲ ص ۲۱

[۲] ایضاً بحوالہ الاحکام ج ۴ ص ۵۹

کے نزدیک مصدر رابع "دلیل" ہے۔ دیگر علماء مذہب ظاہریہ کے خلاف اس الزام کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ (ظاہری) چونکہ "قیاس" کو حجت شرعی تسلیم نہیں کرتے لیکن استنباط احکام سے مجبور ہو کر بالواسطہ اسے تسلیم کر کے اس کا نام "دلیل" رکھ دیتے ہیں۔ ورنہ بات ایک ہی ہے۔

ابن حزم "قیاس" اور "دلیل" کا فرق یہ بتاتے ہیں کہ "قیاس" نص سے استخراج علت پر مبنی ہوتا ہے۔ پھر جہاں وہ علت پائی جاتی ہے، اسے نص کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ بخلاف "دلیل" نص و اجماع سے براہ راست نکالی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ دلیل کی سات قسمیں بیان کر کے تفصیل سے ان کی وضاحت فرماتے ہیں۔

ابن حزم اجتہاد بالرائے کے بالکل قائل نہیں۔ چنانچہ آپ اس کی نفی فرماتے ہوئے استحسان، مصالح مرسلہ اور ذرائع کا دروازہ بھی بند کر دیتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے سب علماء کا استحسان ایک ہی طرز و انداز کا کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ ان کے طبائع و عادات اور اغراض و مقاصد میں بڑا فرق پایا جاتا ہے ...... ہم احناف کو دیکھتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں وہ بات پسندیدہ ہوتی ہے جسے مالکیہ قبیح سمجھتے ہیں۔ مالکیہ جس چیز کو مستحسن تصور کرتے ہیں، وہ احناف کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے دین میں جو بات حق ہے وہ بعض کی پسندیدہ ہے اور بعض اسے ناپسند کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ [۱]

ابن حزم اپنی تصانیف "الاحکام فی اصول الاحکام" اور "المحلی" میں اپنے فقہی اصولوں کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرماتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ استدلال یا لرائے میں استصحاب پر گفتگو فرما کر آپ نے بہت سے سہل اسالیب استنباط کو سمو لیا ہے۔

---

[۱] ایضاً بحوالہ الاحکام ج ۶ ص ۱۶

فقہ ابن حزم کے چند مسائل

فقہی مسائل میں ابن حزم کا اپنا طریق استنباط ہے۔ کچھ تو ظاہری ہونے کی وجہ سے اور کچھ اپنے خصوصی طریق استنباط کی بدولت ابن حزم کا مروج فقہی مسائل سے ٹکراؤ پیدا ہو کہیں یہ ٹکراؤ فقہ ہائے اربعہ کی طرح فروع تک محدود نظر آتا ہے اور کہیں کہیں اس سے مسئلہ کی بنیادی صورت متاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ ظاہری فقہ یا ابن حزم کے بعض مسائل پر فقہ ہائے اربعہ یا ان میں کسی ایک سے ٹکراؤ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مثلاً مسائل نکاح میں ذرا ان صورتوں کو ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت میں ابن حزم آزاد اور غلام میں مساوات کے قائل ہیں۔ جمہور فقہاء غلام کو آزاد کی نسبت نصف حقوق دیتے ہیں۔ ایک آزاد مرد اگر چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے تو غلام صرف دو سے کر سکتا ہے۔ لیکن ابن حزم کے نزدیک غلام کو بھی آزاد کی طرح چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔ یہی صورت ان کے نزدیک لونڈیاں رکھنے کی ہے۔

۲۔ نان و نفقہ ادا نہ کرنے کے باعث ابن حزم تفریق زوجین کو جائز قرار نہیں دیتے۔ امام مالک، شافعی اور احمد کے مسالک کے خلاف وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر خاوند خوشحال ہے تو نان و نفقہ کی ادائیگی اس سے جبراً کرائی جائیگی ضرورت پڑنے پر خاوند کا سامان فروخت کر دیا جائیگا۔ لیکن اگر مرد واقعی تنگدست ہے اور عورت بھی محتاج ہو تو عورت کی صدقات سے مدد کی جائے گی۔ اور اگر اس کے عزیز و اقارب اسے صدقات بھی نہ دیں تو بیت المال سے اس کی مدد کی جائے گی لیکن اگر عورت صاحب جائداد ہے یا اس کے پاس مال ہے اور مرد تنگدست ہے تو بیوی کو مجبور کیا جائیگا کہ وہ خاوند پر خرچ کرے۔ اگر خاوند بعد میں خوشحال ہو جائے تو

بیوی اس سے یہ رقم واپس نہیں لے گی [۱]

۳۔ مریض مرض الموت کو تصرفات بے جا سے روکنے کے لئے فقہائے اربعہ نے اس کے اختیارات کے استعمال پر مختلف پابندیاں لگائی ہیں۔ لیکن ابن حزم اس کے ہر قول و فعل کو ایک عام صحیح البدن آدمی کے تصرفات کی طرح درست سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ اور صحیح الحواس ہو [۲]

چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے برعکس مریض مرض الموت کی طلاق کے سلسلہ میں آپ کا خیال ہے کہ مریض کی طلاق تندرست آدمی کی طرح ہوتی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں [۳]

میراث اور وصیت کے بارے میں ذرا ابن حزم کا مسلک ملاحظہ فرمایئے۔

۴۔ غیر وارث اقارب کے سلسلے میں فقہا وصیت کی فرضیت کو نہیں مانتے۔ ابن حزم کا مسلک یہ ہے کہ وصیت غیر وارث اقارب کے لئے فرض ہے۔ وصیت کنندہ کو چاہیئے کہ اتنے مال میں وصیت کرے جس سے اس ثابت شدہ فریضے کی تکمیل ہو جائے۔ چونکہ ان کے نزدیک وصیت واجبہ کا ترک ظلم کے مترادف ہے۔ اس لئے یہ کام حاکم یا قاضی کے سپرد ہوگا کہ وہ وصیت کے نفاذ کی نگرانی کرے۔ یا عدم وصیت کی صورت میں متاثرین کو ان کے حقوق دلائے [۴]

مصری حکومت نے ابن حزم کے اس مسلک کی روشنی میں یتیم پوتے کی میراث کا قانون بنا لیا ہے۔ چنانچہ مصری قانون ۷۱ مجریہ ۱۹۴۶ء کی دفعات

---

[۱] ایضاً بحوالہ المحلی ج ۱۰ ص ۹۲

[۲] ایضاً ج ۹ ص ۳۴۸

[۳] ایضاً ج ۱۰ ص ۲۱۸

[۴] ایضاً بحوالہ المحلی ج ۹ ص ۳۱۶

۷۹-۶۶ ابن حزم کی کتاب المحلی سے ماخوذ نظر آتی ہیں۔

ابن حزم کے اس مسلک کا مقصد غالباً یہ بھی ہے کہ دولت ترکہ کی صورت میں صرف چند ہاتھوں تک ہی نہ بٹے بلکہ متوفی کے کنبہ کے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں تقسیم ہو جائے۔

۵- میت کے ترکہ میں سے جتنے حقوق وابستہ ہیں، ابن حزم ان میں حقوق اللہ مثلاً زکوٰۃ حج اور کفارہ وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ خداوندی حقوق میت کی تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہیں۔ جب کہ اکثر حنفی فقہا کے نزدیک حقوق اللہ کے سلسلہ میں متوفی کا وصیت کرنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اگر میت نے قلیل یا کثیر مال چھوڑا ہو تو سب سے پہلے اس میں سے حقوق اللہ مثلاً حج و زکوٰۃ و کفارات وغیرہ ادا کئے جائیں[1]

۶- ترکہ کی تقسیم کے وقت اگر یتیم و مسکین جمع ہوں تو انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیئے۔ اکثر فقہا کا مسلک یہی ہے۔ لیکن ابن حزم کی رائے میں یہ عطیہ اختیاری نہیں بلکہ وجوبی ہے۔ "لہذا اگر ورثا دینے سے انکار کریں تو حاکم ان سے جبراً دلائے۔"

ترکہ کی مالیت اور حصص کے اعتبار سے حاکم یتامیٰ و مساکین کے حصے کا تعین کر سکتا ہے۔ ابن حزم کا یہ مسلک معاشرے میں تقسیم دولت کے لئے بہترین اصول معلوم ہوتا ہے۔

۷- قومی دولت کا انحصار نظام اراضی پر بہت زیادہ ہے۔ کسی زرعی ملک میں جب تک نظام اراضی درست نہ ہو وہاں کے عوام جو اکثر دیہاتی آبادی کے لوگ ہوتے ہیں، خوشحال نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ مزدور

---

[1] ایضاً ج۔ ۹۔ ص ۲۵۳

زمین کے مسئلہ پر اکثر فقہا کی رائے کے برعکس ابن حزم مزروعہ آراضی کو اجارہ یا ٹھیکہ پر دینا بالکل جائز نہیں سمجھتے۔ آپ اپنے مخصوص تیز و تند انداز میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"زمین کو کسی حالت میں بھی اجارہ پر دینا جائز نہیں نہ کھیتی باڑی کے لئے نہ باغ لگانے کے لئے نہ تعمیر کرنے کے لئے نہ کسی اور مقصد کے لئے۔ خواہ تھوڑی مدت کے لئے یا زیادہ کے لئے۔ بلا تعین مدت یہ اجارہ داری (ٹھیکہ داری) نہ درھم و دینار کے عوض درست ہے اور نہ کسی اور چیز کے عوض۔ اگر زمین اجارہ پر دے دی جائے تو اسے فسخ کر دیا جائیگا[1]

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

زمین کو نہ درہم و دینار کے عوض کرایہ پر دے سکتے ہیں نہ سامان طعام کے عوض اور نہ کسی اور چیز کے بدلے[2]

ابن حزم مزروعہ زمین میں اجارہ (ٹھیکہ) کے عدم جواز کے بعد زمین کی کاشت کی جو صورتیں بیان فرماتے ہیں انہیں بھی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں۔

" زمین کو کاشت کرنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱- اپنے آلات و اعوان اور حیوانات سے خود کاشت کرے اور بیج ڈالے۔

۲- دوسروں کو زراعت کے لئے بلا معاوضہ دے دے اگر مالک اور مزارع حیوانات، آلات و اعوان اور بیج میں شریک ہوں مگر زمین کا مالک اس کا کچھ وصول نہ کرے تو اچھا ہے۔

۳- اپنی زمین مزارع کو دے دے اور مزارع اپنے آلات و اعوان کی مدد سے

---

[1] ایضاً بحوالہ المحلی ج ۸ ص۱۹

[2] ایضاً ج ۸ ص۲۱۱

خود کاشت کرے اور بیج ڈالے۔ زمین کا مالک اس میں سے پیداوار کا مقرر حصہ مثلاً نصف حصہ یا ربع (چوتھائی) یا اس سے کم و بیش لے لے۔ زمین کا مالک اور کوئی شرط نہ لگائے۔ اگر زمین میں کچھ بھی پیدا نہ ہو تو مزارع نہ کچھ دے گا اور نہ لے گا۔

یہ تمام طریقے جائز ہیں۔ اراضی کا مالک اگر ان میں سے کسی طریقے کو پسند نہ کرے تو اپنی زمین واپس لے لے"۔[1]

ابن حزم کی فقہ اور ان کی فقہی آراء کا منبع کتاب و سنت کی نصوص ہیں جن سے وہ ادھر ادھر ہونا بالکل پسند نہیں کرتے اور بقول ان کے وہ خود مجتہد ہیں اور حق کے پیرو اور کسی کے مذہب کے پابند نہیں۔[2]

---

[1] ایضاً

[2] انا اتبع الحق واجتهد ولا اتقید بمذهب

میں اجتہاد کرتا ہوں، حق کا پیرو ہوں اور کسی کے مذہب کا پابند نہیں۔

لمحات

شاہ ولی اللہ کی حکمت الٰہی کی یہ بنیادی کتاب ہے اس میں وجود سے کائنات کے ظہور تدلی اور تجلیات پر بحث ہے یہ کتاب عرصے سے ناپید تھی۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے ایک قلمی نسخہ کی تصحیح اور تشریحی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

قیمت:- ۲ روپے